ڈاکٹر ثمرین لیاقت
استاد شعبہ اردو، جامعہ اردو برائے آرٹس، سائنس اور ٹیکنالاجی، عبدل حق کیمپس، کراچی

فضل احمد کریم فضلی بہ حیثیت شاعر

Dr. Samreen Liaquat
Assistant Professor Department of Urdu, Federal Urdu University of Arts, Science and Technology, Abdul Haq campus, Karachi.

Fazal Ahmad Karim Fazli as a poet

Poet and novelist Fazal Ahmad Karim Fazli was born on November 4, 1906 in Bahraich (Uttar Pradesh) and died on December 17, 1981 in Karachi. Educated at Allahabad and Oxford University. He held many important government posts in Bengal. After partition, he came to Pakistan and served as the Secretary, Department of Education, Government of East Pakistan. For some time he was also the Secretary of the Ministry of Kashmir Affairs. After retiring, Fazli made several films in Karachi. In 1951, at the invitation of the US government, he lectured as a guest lecturer in various US universities. "Until Blood and Liver" and "Until Magic" are his novels which made him famous but Fazli worked in both poetry and prose genres. His poetry collections Naghma Zindagi and Chashma Ghazal were published. He also recited a large number of poems on national and national themes. Fazli is a respected name in ghazal. In his ghazals, there are good examples of expressions of joy, sorrow, sadness, delicate symbols and allusions of love and emotions. This article is about his poetry.

Keywords: *Fazal Ahmad Karim Fazli, Urdu Poet, Urdu Poetry.*

فضل احمد کریم فضلی کے نانا خان بہادر منشی خواجہ غلام غوث تھے خبر خود ایک بڑے شاعر تھے۔[۱] ان کے دو مجموعہ ہائے نظم و نثر شائع ہوئے۔ ایک فارسی "خوناب جگر" اور دوسرا "اردو فغان بے خبر"۔ اس کے علاوہ ان کا ایک اور مجموعہ جو ان کی نظم و نثر کے باقیات پر مشتمل ہے لعل و گوہر کے نام سے شائع ہوا۔ غالب کے خطوط عود ہندی کی ترتیب بھی بے خبر کی نگرانی میں ہوئی۔[۲] فضلی کے والد سید فضل رب یو۔ پی۔ کے ممتاز شعراء میں شمار کیے جاتے تھے فضلی کی والدہ بھی شعر گوئی کا اچھا ذوق رکھتی تھیں۔ اس پر حافظہ کا یہ عالم تھا کہ فضلی فرماتے ہیں کہ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ایک بار میری والدہ عصر کی نماز پڑھ رہی تھیں کہ ڈاک آگئی اور اس میں کوئی اردو کا رسالہ بھی تھا۔ اسی رسالے میں ایک نظم تھی جو فضلی کے والد نے نماز کے فضلی کی والدہ کو سنائی فضلی کی والدہ نے سن کر مسکرا کر کہا میں دہرا دوں، والد چونک پڑے اور والدہ نے سترہ کے سترہ اشعار ترتیب وار بنا دیکھے سنا دیے۔ جس پر فضلی کے والد کی آنکھوں میں آنسو آگئے، کہنے لگے "فیضی کے بارے میں سنا تو تھا آج خود میری بیوی نے اسے سچ کر دکھایا"[۳] فضلی کی ابتدائی فارسی تعلیم آمدن نامہ سے شروع ہوئی۔ اس کے بعد گلستان اور بوستان' پڑھیں البتہ بوستان پوری نہ پڑھی۔ فضلی اپنے والد کے بارے میں بتاتے ہیں:

> میرے والد ماجد سید فضل رب خود شاعر تھے فضل تخلص کرتے تھے جس کی بنا پر میں نے اپنا تخلص فضلی کر لیا۔[۴]

فضلی کے والد فصل رب کا اپنا دیوان فضلی کے گھر میں موجود ہے فضلی کی شدید خواہش بھی تھی کہ وہ یہ دیوان شائع کرائیں فضلی کو بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا۔ مگر والد کے ڈر کی وجہ سے مشاعروں میں شرکت نہیں کرتے تھے۔ کیوں کہ ان کے والد چاہتے تھے کہ پہلے فضلی کسی قابل بن جائیں پھر اس ذوق میں طبع آزمائی کریں فضلی کا حافظہ شروع ہی سے تیز تھا۔ ایک بار جب ان کے حافظے کو سراہا گیا تو فرماتے ہیں:

> ضرور میرا سر فخر سے تن گیا ہو گا اور چہرہ چیچک سے داغ دار ہونے کے باوجود چمک اٹھا ہو گا۔ اس وقت اتنی تمیز کہاں تھی کہ سمجھتا کہ یہ میرا سر خود بنایا ہوا ہے اور نہ حافظہ ہی میرا پیدا کیا ہوا ہے کہ میں فخر کروں۔ یہ شعور تو بہت دنوں بعد کہیں جا کر پیدا ہوا جس نے مجھ سے شعر کہلوایا۔[۵]

فخر کیا اس پر کروں جو ہے کسی اور کی دین
ہے صفت کون سی مجھے میں جو خداداد نہیں

پھر انعامات الٰہی کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں:

حق ودیعت کا ادا کرنا ادائے شکر ہے
میری نظم و نثر فضلی پر بنائے شکر ہے

فضلی بچپن ہی سے ان تمام شعراء سے جن فضلی کے والد کا ملنا جلنا تھا، واقف ہونے لگے تھے۔ ایک استاد محبوب حسن خان جو الہ آباد میں تھے، وہ نہایت سخت مزاج اور روایتی استاد تھے فضلی ان سے مشورہ سخن کرتے تھے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

فضلی کہتے ہیں کہ: میں نے سب سے پہلے حسرت موہانی کا نام ان کے منہ سے ہی سنا تھا [۶] اور بعد میں ان ہی حسرت نے انتخاب سخن میں فضلی کا انتخاب بھی شامل کیا اور فضلی کو فضلی بنگالی لکھا ہے [۷] حضرت صفی لکھنوی بھی فضلی کے استاد تھے جن سے فضلی شعر میں اصلاح لیتے تھے [۸] صفی لکھنوی سید افضل حسین کے لڑکے تھے۔ ۱۹۵۰ میں ان کا انتقال ہوا[۹] اور فضلی کے مخطوطات جو مثنوی کے حوالوں میں ملے ہیں ان میں فضلی صاحب کی اصلاح تحریری طور پر موجود ہے[۱۰] فضلی کو ادبی گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے شروع ہی سے شعر و شاعری کا شوق تھا اور یہ شوق ان کو تاحیات رہا۔ اسی شوق کی بدولت ہی وہ کامیاب شاعر بنے۔ مغربی رومانی شاعری سے متاثر ہو کر ہمارے شعراء نے بھی اس طرف توجہ کی۔ [۱۱]

فضلی کے گھر پر علمی و ادبی افراد کا آنا جانا تھا فضلی کو بچپن ہی سے ادیبوں کی صحبت ملی۔ اس لیے جگر، جوش اور شوکت تھانوی ان کے قریبی دوستوں میں شمار ہوتے تھے۔ فرماتے ہیں:

> شروع ہی سے میرے کانوں میں غالبؔ، ذوقؔ اور داغؔ کے نام پڑنے لگے۔ غالبؔ اور داغؔ کے شعروں پر اکثر بحثیں بھی ہوتی تھیں۔[۱۲]

غالب ۸/رجب ۱۲۱۲ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء کو آگرہ میں پیدا ہوئے[۱۳] فضلی غالب اور جگر کو اپنا استاد سمجھتے تھے۔ خود جگر کے ابتدائی کلام میں داغ کی شوخی، رندی اور سرمستگی کا اثر ہے۔[۱۴] ۱۸۲۲ کے بعد ان کی کتاب ''شعلہ طور'' کی تدوین کا کام شروع ہوا۔[۱۵] میر کے کلام کی دل آویزی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ وہ اپنے واردات و حالات کو اپنے پر تاثیر و دل نشین اور انوکھے انداز میں بیان کرتے ہیں۔[۱۶] الہ آباد میں ماجد صاحب فضلی کے اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے ہاں شعر سخن کی محفلیں سجتی تھیں یہیں سے فضلی کو بھی شاعری کا مزید شوق پیدا ہوا اور شاعروں سے اور مزید روشناس ہوئے۔[۱۷] پھر کیا شاعری میں اصلاح اپنے والد سے اور صفی لکھنویؔ سے لیتے رہے۔ شاعری میں فضلی نے باقاعدہ ابتداء ۲۵ سال کی عمر میں کی۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ کی تربیت کے دوران ان کے اتالیق ماسٹر مظہر تھے۔ فضلی ان کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

> غزل میں میں نے پہلا شعر جو کہا تھا وہ شاہ اجمل کے سلسلے سے تھا۔ اس میں ایک ہی شعر میرا تھا بقیہ ماسٹر صاحب کا تھا۔[۱۸]

فضلی کا پہلا شعر یہ تھا؛

تعریف مجھ سے کرتے ہیں حسن قمر کی لوگ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

دیکھا جمال یار تو کچھ بھی قمر نہ تھا [۱۹]

ماجد صاحب کے گھر میں چونکہ شعر و ادب کی محفل سجتی تھی اس لیے ان کا خود بھی مشاعروں میں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ کبھی کبھی فضلی بھی ان کے ساتھ چلے جاتے تھے اور اپنی غزل پڑھ لیتے تھے۔ جس کے بارے میں فضلی خود لکھتے ہیں:

> ماجد صاحب مجھے اکثر مشاعروں میں ساتھ لے جاتے میں انھیں اپنی غزل بھی دکھاتا جس میں وہ چند اشعار اپنے بھی اضافہ کر دیتے۔ لوگ بہت دن تک یہی سمجھتے رہے کہ میں خود شعر نہیں کہتا بلکہ ماجد صاحب کا کلام پڑھتا ہوں۔[۲۰]

۱۹۵۱ء میں حکومت امریکہ کی دعوت پر امریکہ کی مختلف یونیورسٹیوں میں مہمان لیکچرر کی حیثیت سے فضلی نے لیکچر دیے۔ فضلی نے ذوق شاعری اپنے والد سے ورثے میں پایا تھا[۲۱] اس فضلی نے بی۔ لٹ۔ کے لیے جو مقالہ فارسی غزل پر لکھا تھا۔ وہ مقالہ نہ صرف قبول ہوا بلکہ اندرون بیرون ملک مقبول بھی ہوا تھا۔ اس لیے اور بھی ممالک میں فضلی کی قابلیت کو سراہا جاتا تھا۔ ایک اچھے شاعر کے لیے اچھا انسان ہونا بھی ضروری ہے، قول فضلی کے لیے صادق آتا ہے فضلی ایک اچھے انسان ہی نہ تھے بلکہ عجز وانکسار کا مجسم تھے فضلی بلند پایہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مجلسی انسان بھی تھے۔ مشرقی پاکستان میں جو شعر و ادب کی محفل کی سجتی تھیں، وہ اس کے ممتاز رکن بھی تھے۔ ادبی محافل اور مشاعروں میں شرکت کرتے تھے۔[۲۲] وہ نہایت خوش گو شاعر تھے۔ وہ فطری طور پر غزل گو شاعر تھے۔ ان کے ہاں پاکیزہ تغزل کے اچھے نمونے ملتے ہیں۔ ریڈیو پاکستان کے تحت علمی مباحثوں میں مشہور شاعر و افسانہ نگار پروفیسر، سول سرونٹ اور فلم ساز شرکت کرتے تھے۔ فضلی بھی ان مباحثوں میں شامل ہوتے تھے علمی و ادبی گھرانے سے تعلق ہونے کی وجہ سے شعر و سخن کا شوق انھیں بچپن ہی سے حاصل ہو گیا تھا۔[۲۳] اس ادبی پس منظر نے ان کو شعر و ادب کا اعلیٰ ذوق عطا کیا۔

ان کے اشعار سہل ممتنع کی بہترین مثال ہیں، شاعری کا بے پناہ شوق تھا۔ اس شوق نے ان سے اوائل عمری میں شعر کہلوائے۔ فضلی کا حافظہ بہت خوب تھا۔ ہزاروں اشعار دوسرے اساتذہ کے بھی فضلی کو یاد رہ جاتے تھے۔ اصغر گونڈوی کے اکثر واقعات جگرؔ کی وجہ سے بھی فضلی تک پہنچے تھے کیوں کہ اصغر کا بھی قیام سی زمانے میں وہاں ہوتا تھا۔ جگر مراد آبادی ان کے بزرگ دوستوں میں سے تھے[۲۴] لیکن وہ سب سے زیادہ غالبؔ اقبالؔ خواجہ حافظ شیرازی کی شاعری کے مداح تھے اور جگرؔ صاحب سے تو تھے ہی ان کے دیرینہ مراسم -توارث کے علاوہ فضلی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کی شاعری کو پروان چڑھانے میں ان کے اساتذہ نے بھی کردار ادا کیا ہے۔ اس کے علاوہ الہ آباد یونیورسٹی کے ادبی ماحول کی فضا میں بھی فضلی کی شاعری خوب پروان چڑھی اور ایم۔ بی۔ ہاؤس کے مشاعروں میں فضلی صاحب نے بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور شہر کے محلے جن میں شاہ گنج، دائرہ شاہ اجمل اور دربار آباد کے مشاعروں میں غزل پڑھتے۔

فضلی صاحب کے والد اکبر الہ آبادی کے نیاز مند تھے اسی لیے فضلی بھی اکبر آبادی کی پر مزاح شاعری کو بہت پسند کرتے تھے لیکن جگر سے فضلی کے بہت دیرینہ مراسم تھے۔ جگر کا انداز سخن بھی لاجواب تھا غم کے اندر نشاط اور نشاط کے اندر سور اور الم کا تجربہ تو شاید سب کو ہوا ہو لیکن اس کے ہر تار کی شناخت اور محرک کے حوالے سے اس پر قدرت بیان جگر کے فنی کمال ہے لیکن اگر دیکھا جائے تو شعر و سخن کے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کا آغاز میر سے پہلے ہی ہو چکا تھا۔ فضلی کا پہلا مجموعہ نغمہ زندگی ۱۹۴۱ء اور دوسرا مجموعہ چشم غزال' اردو مرکز نے ۱۹۵۳ میں شائع کیا۔ فضلی دبستان غزل کا ایک معتبر نام ہے۔ ان کی غزل میں شوخی غم، زدگی، لطافت محبت کے نازک رمز و کنایات اور جذبات واردات کے اظہار کے اچھے نمونے ملتے ہیں فضلی کی شاعری ایک ندی کی طرح ہے جو سبک خرامی سے بہتی چلی جارہی ہے۔ چھوٹی بحر سے بڑی بحر تک تمام غزلیات میں فضلی اظہار خیال میں اعلی درجے پر نظر آتے ہیں۔ ان کی شاعری میں کہیں کہیں بے وطنی کا احساس اور انسانی بے چارگی کا تصور بھی ملتا ہے۔

جب فضلی آئی۔ سی۔ ایس۔ کی ٹریننگ کے لیے جارہے تھے تو شاعری کا شوق دل میں لے کر جارہے تھے، بقول ان کے اس سال پورے برصغیر میں سے آئی۔ سی۔ ایس کے لیے تیرہ لڑکے منتخب کیے گئے تھے اور ہم تیرہ کے تیرہ ایک جہاز میں جارہے تھے۔ فضلی کے کیبن میں میرے ساتھی اختر حسین تھے انھیں بھی شعر و شاعری کا شوق تھا ان کی فضلی سے گاڑھی نبھنے لگی تھی کیوں کہ فضلی کے اندر شاعری کا توارثی مادہ پہلے سے ہی موجود تھا۔ رسالہ "ساقی" میں ان کے ایک مضمون کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کر فضلی کو جذبی کی شاعری بھی بہت پسند تھی، حالانکہ فضلی ترقی پسند تحریک کے مخالف تھے مگر یہ مخالفت اخلاقی حدود میں رہ کر تھی۔ پھر بھی جذبی کے اشعار ان کو بہت خوبصورت لگتے تھے فضلی دوسرے کی شاعری کی تعریف کے معاملے میں ہرگز بخیل نہیں تھے۔ بقول فضلی" مجھے اعتراف ہے، زبانی نہیں بلکہ دلی کہ ترقی پسند ادیبوں میں بہت سے ذی علم اور جوہر قابل رکھنے والے حضرات ہیں۔ نہ محض ان کے ادبی مقاصد قابل ہمت افزائی ہیں بلکہ ان کی ادبی کاوشیں بھی قابل ستائش ہیں۔ مثلا جذبی کی شاعری اور کرشن چندر کے افسانے بہت خوب ہیں۔ جذبی کے بعض اشعار تو ایسے ہیں کہ انھیں میں اپنے پورے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

دیوان سے تو چنداں مبالغہ ہو گا، لیکن اپنے چند شعروں سے بدلنے پر ضرور تیار ہو سکتا ہوں۔ انسان کی معاشرتی اور تہذیبی زندگی پر جتنے گہرے اثرات شاعری نے مرتب کیے ہیں فنون لطیفہ کی کسی شاخ نے نہیں کیے۔[۲۵] ادب کے لیے فضلی کا بھی نقط نظر یہی تھا کہ صحیح ادب تعمیری ہوتا ہے نہ کہ تخریب کا درپے۔[۲۶] بقول حالی:

غزل وہ صنف شاعری ہے جو مضامین عشقیہ کے لیے موزوں کی گئی ہے۔[۲۷]

فضلی ترقی پسند تحریک کو کچھ اختلاف کی وجہ سے پسند نہیں کرتے تھے لیکن ترقی پسندوں میں کچھ ایسے بھی تھے جن کی شاعری میں خالص عشقیہ رنگ تھا۔[۲۸] فیض کے بارے میں کہا ہے کہ عاشقی فیض کی عبادت ہے اور ترقی پسندی ان کا فرض ہے، جب کہ فضلی کہتے ہیں کہ یہ تو ممکن ہے کہ میں ترقی پسندوں کے زمرے میں نہیں ہوں مگر جذبی صاحب ہیں لیکن پھر بھی مجھے ان کے ترقی پسندانہ اور اپنی غیر ترقی پسندانہ ادبی تخلیق میں کوئی حد فاصل نظر نہیں آتی، سوائے اس کے جو اختلاف شخصیت کا لازمی نتیجہ ہے۔[۲۹]

یہ سچ ہے کہ فضلی کو ترقی پسند تحریک پسند نہیں تھی صرف اس وجہ سے کہ ترقی پسند تحریک کا یہاں برصغیر میں کوئی مصرف نہیں تھا یہ تو روس کے اس وقت کے سرمایہ دارانہ اور ملوکی نظام کے رد عمل میں وجود میں آئی اور برصغیر میں ایسی صورت حال موجود نہ تھی یہاں ترقی پسند محض فیشن کے طور پر اختیار کی گئی تھی فضلی کے نزدیک ہمارے یہاں ترقی پسند تحریک سے زیادہ تحریک پاکستان ضروری تھی اور ترقی پسند ادیب جو ادب تخلیق کر رہے تھے وہ سراسر اسلام کے منافی تھا اور برصغیر میں بے ضرورت تھا اس لیے فضلی اس تحریک کے خلاف تھے فضل احمد کریم فضلی نے بی لٹ۔ آکسفورڈ یونیورسٹی سے کیا اور اس بی۔ لٹ۔ کے مقالے میں فارسی غزل کی پوری تاریخ رقم کی۔ فارسی غزل کے ارتقاء کو فضل احمد کریم فضلی نے چھ ادوار میں تقسیم کیا۔[۳۰] ابتدا سے اس شاعر تک جس نے سب سے پہلے ایک مکمل غزل کا دیوان چھوڑا یعنی حضرت احمد جام۔ دوسرا دور احمد جام سے سعدی تک جب غزل سب سے زیادہ ہر دلعزیز تھی۔ تیسرا دور سعدی سے حافظ تک جب غزل اپنے معراج کمال کو پہنچی۔ چوتھا دور حافظ سے فغانی تک پانچواں دور فغانی سے مرزا عبدالقادر بیدل تک ہے اور سب سے آخری باب چھٹا دور ہے جو نیا دور ہے۔ ان ادوار سے ترتیب وار بحث کی گئی۔

اس مقالے کے لیے فضلی کو اس قدر محنت کرنا پڑی کہ وہ ریسرچ کی بھٹی میں جل کر کندن بن گئے اس تحقیق کا فائدہ یہ ہوا کہ وہ نہ صرف فارسی شاعری کے مزاج سے آگاہ ہوئے بلکہ فارسی غزل کے رموز و اسرار اور مزاج سے آشنا ہو کر اردو غزل کی معنویت سے بھی آگاہ ہوئے اور اپنی غزل گوئی میں ان معیارات کو مد نظر رکھا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

فضلی کے مقالے کا عنوان فارسی غزل کی ابتدا اور ارتقاء تھا۔ فضلی کے ساتھ کے بہت سے طالب علموں کے مقالے کم معیاری ہونے کی وجہ سے شرف قبولیت نہ پا سکے تھے۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ آکسفورڈ میں فارسی ادب کا معیار بھی بہت اونچا تھا۔[۳۱] فضلی نے معیار کی بلندی کے ساتھ مقالے کے لیے ضروری اقتباسات جمع کرنا شروع کیے۔ لائبریریوں اور میوزیم کی خاک چھانی۔ یہ قدیم نسخے افضل کو برٹش میوزیم اور انڈیا آفس کے کتب خانوں اور اس کے علاوہ پیرس کے کتب خانے سے بھی ملے۔ یہیں سے فضلی کی شاعری میں فارسی غزل کا رجحان رونما ہوا اسی لئے فضلی کے بہت سے اشعار میں اقبالؔ اور حافظ کی جھلک نظر آتی ہے، سعدی جیسا وہی انداز نظر اتا ہے جو مدبرانہ اور ناصحانہ ہے۔ فضلی کی شاعری پر فارسی کا بہت اثر ہے۔ ان کے والد بھی فارسی اور اردو میں شاعری کرتے تھے اور تمام اساتذہ کرام بھی فارسی میں شاعری فرماتے تھے اسی لئے فضلی پر فارسی شاعری کا رنگ غالب تھا یہی وجہ ہے کے لیے بھی عنوان انھوں نے فارسی شاعری کا ارتقاء ہی منتخب کیا تھا۔ ان کی شاعری میں فارسی الفاظ و تراکیب کثرت سے شامل ہیں[۳۲]

روئے عالم سیاہ تھی فصل بہاری کی
نقاب جو گلستان نظر آتا تھا بیابان نکلا
تپ تپ کے مری روح ابھی تک نہیں نکھری
اے مالک غم آتش غم اور زیادہ

فارسی شعراء میں وہ خسرو اور حافظ سے بہت زیادہ متاثر نظر آتے ہیں خسرو کا ایک شعر ہے۔

دارد جمال روئی تو امشب تماشائی دگر
با اینکہ من می بینمت بہتر ز شب ہائی دگر

اردو میں فضلی نے کچھ یوں کہا ہے:

الٰہی خیر کیا دل پھر گرفتار بلا ہو گا
وہ کل سے آج کیوں زیادہ حسیں معلوم ہوتے ہیں

ظہوری کے اس شعر سے بھی فضلی متاثر نظر آتے ہیں:

خدا چین آفریدست از برائی طرہ و کاکل
نہ بحر آنکہ روز و شب کسی لا در جبیں باشہ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اردو میں فضلی نے اسے یوں بیان فرمایا:

بنائی تو ہے شکن زلف کے لیے یارب
نہ اس لیے کہ ہمیشہ رہے جبینوں پر

فضلی کی شاعری پر اقبال کا اثر:

فضلی پر اقبال کے خیالات بھی کافی اثرانداز ہوتے معلوم ہوتے ہیں فضلی ایک سچے مسلمان تھے۔ وہ اقبال کی طرح ہی یہ چاہتے تھے کہ ملک میں عادلانہ نظام قائم ہو جائے۔ لہذا وقتاً فوقتاً وہ اپنے خیالات کا اظہار اپنی نظموں اور غزلوں سے بھی کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کی مشہور طویل نظم نذر اقبال ہے۔ اسی نظم میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کی ہے[۳۳] اقبال سے مخاطب ہو کر فضلی کہتے ہیں:

اشتراک ہو یا سرمایہ داری کا نظام
دونوں ہی انسان کو انسان کا بناتے ہیں غلام
تھا تیرا پیغام اک تفسیر قرآن کریم
تجھ پہ روشن ہو گئے تھے معنی خلق عظیم
تو نے ملت کو دکھایا خواب پاکستان کا
جو محافظ ہو گیا ہے دین کا ایمان کا
آ اور آ کر آج اپنے خواب کی تعبیر دیکھ
سامنے تقدیر کے رسوائی تدبیر دیکھ
سرزمینی قومیت ہو یا لسانی قومیت
ہیں نگاہ مرد مومن میں یہ دونوں معصیت

فضلی کو اقبال سے بہت محبت تھی۔ اقبال کا عہد بیسویں صدی کے چار ابتدائی عشروں پر محیط ہے۔[۳۴] اردو شاعری نے جس سیاسی تحریک کی ترجمانی سب سے پہلے کی وہ تحریک سید احمد شہید ہے۔[۳۵] اگر دیکھا جائے تو ادب و شاعری میں اخلاقی کلیات اصول اخلاقی زوال کے دور میں زیادہ اہتمام اور تکرار کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں اسی طرح ترقی پسند تحریک کے دور میں غزل کی بقا کے لیے قدم اٹھایا گیا جس میں فضلی پیش پیش تھے۔[۳۶] ہمارے ہاں بہترین عشق کا جو تصور پیش کیا گیا ہے اس پر غزل کے عشقیہ مضامین کی عمارت قائم ہوئی[۳۷] اس عشق اور محبت

فضلی میں گھلی ہوئی تھی فضل احمد کریم فضلی خود فرماتے ہیں۔ کچھ تو والد مرحوم جیسے راست باز اور بلند کردار بزرگ کی فیض محبت اور کچھ علامہ اقبال کی تعلیمات کا یہ اثر ہوا کہ:

میں نہ چل پایا زمانے بھر کے ساتھ
یہ سلیقہ مجھ کو آیا ہی نہیں [۳۸]

فضلی نے اقبال کی شاعری سے اکتساب فن کیا ہے۔ اقبال کا فلسفہ اور فضلی کا شاعری کا فلسفہ ایک ہی ہے فضلی بھی ملت کو متحد دیکھنا چاہتے ہیں اور اقبال بھی۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
خاکی و نوری نہاد بندہ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز

فضلی کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

جہاں بیدار ہو گا لے کہ پھر اک تازہ انگڑائی
خمار نشہ خواب گراں ہونے تو دو پیدا
نظر آئے گی ہر ایک چیز میں پھر تازگی فضلی
جہاں کہنہ میں تازہ جہاں ہونے تو دو پیدا
اے زمان تشنہ کامی الوداع
الوداع دور غلامی الوداع

اسی طرح فضلی اقبال کے بھی پرستار تھے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال ۹ نومبر سے ۱۸۷۷ میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ اقبال کو پروفیسر آرنلڈ سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ ۱۹۲۳ء میں انہیں انگریز حکومت سے سر کا خطاب ملا[۳۹] فضلی غزل کے دلدادہ تھے اگر ہم صحیح ذوق کے ساتھ اقبال کے کلام کا مطالعہ کریں تو کیا نظم اور کیا غزل جو کیفیت سب سے زیادہ نمایاں ہیں مؤثر طور پر محسوس ہوتی ہیں وہ وہی ہے جس کو مجموعی طور پر تغزل کہا جاتا ہے[۴۰] اقبال کا بہت خوبصورت شعر:

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہیں زلف ایاز میں [۴۱]

واصل عثمانی اپنے مضمون فضل احمد کریم فضلی میں لکھتے ہیں:۔

فضل احمد کریم فضلی غالب کے سخن فہم تو تھے ہی مگر اقبال کو شاعر عظیم جانتے تھے اور ان سے حد درجہ متاثر تھے۔ [۴۲]

کبھی بھی فضلی کی غزلیات شاعری میں اقبال کا سا گمان ہونے لگتا ہے۔ اقبال کا اصلاحی انداز ہمیں اکثر فضلی کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ جیسے ان کی نظم عید آزادی میں ہمیں اقبال کا عکس نظر آتا ہے:

غلامستان کو پاکستان کیا پھر مبارک عید آزادی مسلمان
ابھی پیش نظر ساحل نہیں ہے ابھی زیر قدم منزل نہیں ہے
مگر مسلم چلا پھر راہ حق پر کوئی مشکل بھی اب مشکل نہیں ہے

اقبال نے خودی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ فضلی اپنی نظم الوداع میں کہتے ہیں:

پھر مسلمان صرف مسلمان رہ گیا ہندی و رومی و شامی الوداع
روح ملت یعنی آزادی بیا مرگ ذلت اے غلامی الوداع

فضلی کی شاعری پر حالی کا اثر:

فضل احمد کریم نے خواجہ الطاف حسین حالی کی مسدس پر اپنی ایک غزل لکھی ہے۔ الطاف حسین حالی کی مسدس مد و جزر اسلام کا مقصد بھی یہی تھا کہ مسلمانوں کو ان کا عہد عظیم یاد دلا کر ان میں حوصلہ اور ہمت پیدا کی جائے کہ وہ اپنی زندگی سدھار سکیں۔ ستمبر ۱۹۴۲ء میں فضلی کی شاعری کا وہ دور تھا جب فضلی کے انداز سخن میں مسلمانوں کی اصلاح کا عنصر آ گیا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب فضلی حسن و عشق کی سرمستی سے نکل کر عالم اسلام کے دور انور سے مسلمانوں کی سوتی روح کو جگانے کا سوچ رہے تھے۔ اس نظم میں فضلی نے مسلمانوں کی کہانی کچھ اس انداز سے بتائی ہے۔ [۴۳]

سنائی ہے مجھ کو عجب اک کہانی نہ ایسی نئی ہے نہ ایسی پرانی
زمیں پر ہی کرتے نہ تھے ہم حکومت رعایا کے دل میں بھی تھی راج دھانی
وہ تھی آب تیغ نظر میں ہماری جدھر پڑ گئی سارے دشمن تھے پانی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہمارے امیروں میں عجز و فقیری ہمارے فقیروں میں شان کیانی
امیروں کے دل میں غریبوں کا غم تھا غریبوں کے چہرے پر تھی شادمانی
غلاموں کو بھی ہم نے آقا بنایا اچھوتوں کو دی دولت حکمرانی

فضلی کی ایک بہت خوبصورت نظم جس میں فضلی نے حالی کا سا انداز اختیار کیا ہے۔ اور جس طرح حالی نے مسدس حالی لکھ کر سوئی ہوئی قوم کو جگانے کی کوشش کی اس طرح فضلی نے بھی عید آزادی نظم لکھ کر اس دور کے مسلمانوں کو نہ صرف جگانے کی کوشش کی بلکہ مسلمانوں کی ہمت اور حوصلہ افزائی بھی کی ہے۔ رسالہ "ساقی" میں نظم شائع ہوئی۔ اس نظم کو چشم غزال میں بھی فضلی نے شائع کرایا تھا:۔

جہاں کے تھے کبھی ہادی مسلماں غلامی کے نہ تھے عادی مسلمان
غلامستان کو پاکستان کیا پھر مبارک عید آزادی مسلماں
مہ نو ہے مہ کامل نہیں ہے سفینہ تو ہے یہ ساحل نہیں ہے
ہلال عید پاکستان لایا یہ سنگ میل ہے منزل نہیں ہے
ابھی پیش نظر ساحل نہیں ہے ابھی زیر قدم منزل نہیں ہے
مگر مسلم چلا پھر راہ حق پر کوئی مشکل بھی اب مشکل نہیں ہے

فضلی صرف دل کی کیفیات داخلی طور پر بیان ہی نہیں کرتے تھے بلکہ مسلمانوں کی بقا سلامتی کے لیے جو انہیں بہتر نظر آتا وہ ہی سوچ ان کی شاعری میں عیاں ہو جاتی تھی۔[۴۴]

جب فضلی کا تقرر بنگال میں ہوا تھا اور وہاں "بزم احباب ایک ایسی انجمن جس سے برصغیر کی اونچی و ممتاز ادبی شخصیات وابستہ تھیں اور اس انجمن کے تحت مشاعروں میں نہ صرف فضل احمد کریم فضلی شرکت کرتے تھے بلکہ روح رواں تھے۔ پاکستان آنے کے بعد فضلی نے ہی بزم احباب کے تحت مشاعرے اور ادبی سرگرمیاں کرائی تھیں جس میں بڑے بڑے شاعر شرکت کرتے تھے[۴۵] فضلی کا پہلا مجموعہ کلام "نغمہ زندگی" ۱۹۴۰ء میں شائع ہو چکا تھا۔ ۱۹۳۲ میں ترقی پسند تحریک کی ابتداء ہوئی تھی۔ غالباً یہ وہ دور تھا جب فضلی کا شاعرانہ رجحان بہت سی ادبی تحریکوں کا مطالعہ کر رہا تھا۔ بیسوی صدی میں جب اردو شعراء نے ہئیت کا تجربہ کیا تو اس بارے میں فضلی لکھتے ہیں: یورپ میں جو تجربہ وہاں کے شعراء بدلتے ہوئے پس منظر میں اپنی ذہنی اپج سے کر رہے تھے اس کی نقل یہاں شروع ہو گئی۔[۴۶]

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ترقی پسند ادب کے بارے میں فضلی کا ایک مستقل نقطۂ نظر تھا۔ وہ موضوع اور ہئیت دونوں اعتبار سے ترقی پسند تحریک کو ادب کے لیے غیر مفید سمجھتے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب ترقی پسند تحریک وہ مضامین لکھ رہی تھی جن سے عوام میں استقلال تو آرہا تھا مگر بے سود۔ جب کہ فضلی چاہتے تھے کہ ایسے دور میں ایسی نظمیں غزلیں لکھی جائیں جو ملت اسلامیہ کو نہ صرف یکجا کر سکیں بلکہ حصول پاکستان کا بھی مقصد پورا کر لیں۔ نظیر اکبر آبادی نے جو ہئیت کے تجربہ کیے وہ ان کے وقت کی ضرورت تھے وہ نقالی نہیں۔ تبدیلی صرف اس وقت کرنی چاہیے جب شاعر کا دل وقت تقاضا کرے۔ بے موقع صرف مغرب کی نقالی کی غرض سے تبدیلی فضلی کی نظر میں میں نہیں تھی فضل کو نثری نظم کا تجربہ بھی پسند نہ آیا۔

فضل احمد کریم فضلی نے غزل کی مخالفت کرنے پر کلیم الدین پر بھی چوٹ کی تھی۔ بقول طفیل صاحب آپ نے بڑے مزے کا خط لکھا تھا اور کلیم الدین صاحب کے بارے میں جو رائے لکھی تھی کہ انہیں غزل میں عیوب ہی عیوب نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بہتوں کے ساتھ زیادتی ہو جاتی ہے۔ اور اہل قلم تلملا جاتے ہیں۔ بہر حال یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ انھوں نے اپنا ادب پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو کر انگریزی ادب کو خوب پڑھا ہے۔ وہ ہر (اردو) ادب پارے پر انگریز بن کر اردو میں تبصرہ کرتے ہیں (۴۷)۔ یہ خیال فضلی نے اس لیے پیش کیا تھا کیوں کہ کلیم الدین احمد کو اردو شاعری میں کوئی حسن نظر نہیں آتا کلیم الدین احمد اردو غزلیہ شاعری کے بارے میں کہتے ہیں:

وہی فرسودہ خیالات اور پرانے نقوش اردو شاعری کا سنگ بنیاد بن گئے (۴۸)

مذہب کے بارے میں فضلی کو شاعری میں بھی مذاق پسند نہیں تھا کیوں کہ مذہب سے فضلی کو سچی محبت تھی۔ وہ دوسرے شاعروں کی طرح دین کا مذاق اڑاتے ہوئے نظر نہیں آتے بلکہ ان پر چوٹ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جو دین کو مذاق بناتے ہیں۔ مثال کے طور پر فضلی کے ہاں جوش مدعو تھے، مشاعرہ تھا اور گفتگو ہو رہی تھی، جوش کہنے لگے فضلی میں نے آپ کے اشعار سنے ہیں بہت پسند آئے اور خاص کر یہ شعر:

سو بار غلامی سے بغاوت اچھی
ابلیس و ابو جہل کی عظمت کی قسم

یہ شعر فضلی کا نہ تھا مگر کمال ہوشیاری سے جوش صاحب کو جواب دیا کہنے لگے جوش صاحب مجھے آپ کے یہ شعر بہت پسند آئے ہیں:

شداد کی کھوئی ہوئی جنت کی قسم

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

فرعون کی ڈوبی ہوئی دولت کی قسم
میں بھی ہوں اس زمرہ عظام میں جوش
ابلیس و ابو جہل کی عظمت کی قسم

جوش ایک دم چونک اٹھے کہنے لگے فضلی یہ میرے اشعار نہیں فضلی نے کہا ہو سکتا ہے مگر میں نے اسی طرح سنے ہیں۔[۴۹] جوش ملیح آبادی کا نام غزل کی تاریخ میں غزل کے مخالفین کے ساتھ آتا ہے۔[۵۰] فضلی اس قدر خوبصورت انداز سخن رکھتے تھے کہ پاکستان کے شعراء میں اگر فضلی کا ذکر نہ ہو تو یہ ان کی حق تلفی ہوتی فضلی کا تعارف کتاب شعرستان میں نعمان تاثیر اور مظہر صدیقی نے پیش کیا اور نظم دہلی کے پھول اور ان کی غزل بھی پاکستان کے شعراء میں شامل کی۔ جو یہ ہے:

اسیری میں کسے معلوم کیا دل پہ گزرتی ہے
اسیری میں قفس کو آشیاں کہنا ہی پڑتا ہے [۵۱]

ریڈیو پاکستان کے علمی و ادبی پروگرام میں فضلی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ یہ کچھ ایسا پروگرام ہوتا تھا کہ اعلی درجے کے ادیب و شاعر بیٹھ کر کسی ادبی موضوع پر بات کرتے تھے فضلی اس پروگرام میں ضرور شامل ہوتے تھے۔ ریڈیو پاکستان کی ۵۰ سالہ تاریخ میں کچھ اس طرح درج ہے:

> علمی مباحثوں میں مشہور شاعر، افسانہ نگار، پروفیسر سول افسر اور فلم ساز فضل احمد کریم فضلی بھی شرکت کرتے تھے۔ علمی ادبی گھرانے سے تعلق ہونے کی وجہ سے شعر و سخن کا ذوق انھیں بچپن سے ہی ہو گیا تھا۔ [۵۲]

فضلی کی غزلوں میں ایک مجموعی تاثر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر شعر کی ترتیب بدل دی جائے تو اس کے تاثر میں کمی آجاتی ہے۔ شعر کے دونوں مصرعوں کے ربط اور تسلسل سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ پورا شعر ایک ساتھ ذہن کے سانچے میں ڈھلا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شعر ہوا آپ کئی کئی دن تک اس کو گنگناتے رہتے ہیں۔ اس دوران دوسرے اشعار بھی ہوتے رہے ہیں اور غزل کئی دن میں پوری ہوتی فضلی تشبیہات سے گریز کرتے ہیں۔ زبردستی تراکیب گھڑنے کے قائل نہیں وہ اپنے اشعار کے خیالات کو پاکیزہ رکھتے ہیں کسی بھی صورت اس میں عامیانہ پن نہیں آنے دیتے اور اس قدر آسان بھی رکھنا جانتے ہیں کہ نثر کی طرح عام آدمی کی سمجھ میں آجائیں۔ اس مقصد کے لیے وہ فرماتے ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

میں نے جو راہ اپنے لیے نکالی ہے وہ پل صراط کی طرح ہے۔۔۔۔۔۔ ذرا لغزش ہوئی تو کلام یا
تو سوقیانہ ہو گی یا بالکل سپاٹ۔ ان دونوں خطروں سے بچ کے نکلنا پڑتا ہے۔[۵۳]

جب فضلی بیمار ہوئے تھے اس وقت فضلی نے ایک غزل لکھی تھی جو جنگ میں شائع ہوئی تھی صحتیابی کے بعد انہوں نے دوستوں کو خطوط لکھے کہ وہ خیریت سے ہیں۔ جس کے جواب میں محشر بدایونی نے کس قدر خوبصورت الفاظ میں فضلی کو یاد کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور میں فضلی کے کلام، اخلاق و شخصیت کی بدولت دوسرے شاعروں کے دل میں فضلی کی کیا قدر و منزلت تھی۔[۵۴]

محشر بدایونی بجواب فضل کریم فضلی:

یہ پیارا خط فضلی کا مالا ہے بند لفافہ بول رہا ہے
چشم براہ تھا جس کے لیے میں مجھ کو وہ مکتوب ملا ہے
یہ ملفوظ جواب رنگیں تہہ در تہ خوشبوئے وفا ہے
خط کہ بیاں میں مژدہ صحت میری زباں پر شکر خدا ہے
حد ہے کرم کی ضعف میں یہ خط لکھا نہیں ہے لکھوایا ہے
منزل ہمت عظیم ہے یہ بھی یہ بھی قیام صبر و رضا ہے
جز خوشنودی و شکر گزاری بندے کی توفیق ہی کیا ہے
موت کے خطروں میں بھی شاداں یہ بھی ایک جینے کی ادا ہے
ہم تو دعائیں دیتے رہے ہیں صحت دینے والا خدا ہے
فضلی صاحب کی خدمت میں نذر غزل بھی ایک تحفہ ہے

اس خط کے جواب میں فضل کچھ اس طرح جواب دیتے ہیں:

فضلی بجواب محشر بدیوانی:

آج مجھے یہ خط جو ملا ہے حضرت محشر نے لکھا ہے
اللہ اللہ ان کی محبت کن لفظوں میں یاد کیا ہے
قدر بڑھائی میری ورنہ مجھ سے مشت خاک میں کیا ہے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

تک بندی ہی شغل جو ٹھہرا جو کچھ بھی مجھ کو کہنا ہے
ٹوٹے ہوئے لفظوں میں ہی لیٹے لیئے میں نے کہا ہے
محشر کی تقلید میں فضلی دھیان غزل کی سمت گیا ہے

فضل احمد کریم فضلی جذبات کے شاعر ہیں۔ جب وہ قوم کو جگانے کے لیے شاعری کرتے ہیں تو ان کے انداز سے لفظوں میں ایک ایسا تاثر ہوتا ہے کہ پڑھنے والا اپنے اندر ضمیر کی آواز محسوس کرنے لگتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ انٹرویو خزینہ فضلی ۲۰۱۵-۱۲۔ا ص ۱۱
۲۔ ڈاکٹر جاوید اقبال، فضل احمد کریم فضلی حیات و فن، ص ۱۱
۳۔ ہفت روزہ زندگی ۲۲ تا ۲۸ نومبر ۱۹۷۱، (مولوی صاحب کی نصیحت)، ص ۲۸
۴۔ ڈاکٹر جاوید اقبال، محولہ بالا، ص ۱۳
۵۔ ہفت روزہ زندگی" (لاہور) ۲۲، تا ۲۸ نومبر اے ۱۹۷۱ء ص ۲۸
۶۔ ڈاکٹر جاوید اقبال، محالہ بالا، ص ۱۷
۷۔ ڈاکٹر جاوید منظر، کراچی کے دبستان شاعری میں اردو کا ارتقاء، ص ۳۰۰
۸۔ ڈاکٹر جاوید اقبال محولہ بالا، ص ۸۷
۹۔ نسیم قریشی، اردو ادب کی تاریخ، ص ۲۰۸
۱۰۔ مخطوطات فضلی (کتب خانہ فضلی)
۱۱۔ ڈاکٹر اعجاز حسین، نئے ادبی رجحانات، ص ۵۴
۱۲۔ ڈاکٹر جاوید اقبال محولہ بالا، ص ۲۵
۱۳۔ کمال احمد صدیقی، غالب کی شناخت، ص ۵۱۰
۱۴۔ ڈاکٹر وقار احمد رضوی، تاریخ جدید اردو غزل، ص ۳۸۲
۱۵۔ تبسم نظامی، جگر مراد آبادی، ص ۲۴
۱۶۔ کامل قریشی، اردو غزل، ص ۹۲
۱۷۔ ڈاکٹر جاوید اقبال محولہ بالا، ص ۲۵

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۱۸۔ ایضا

۱۹۔ ایضا

۲۰۔ ایضا

۲۱۔ محمد شمس الحق، مؤلف، پیمانۂ غزل، ص ۳۹۲

۲۲۔ حسرت کاسگنجوی: دو ہجرتوں کے اہل قلم، ص ۳۲

۲۳۔ ڈاکٹر محمد اقبال خان اسدی، ریڈیو پاکستان کراچی کی ۵۰ سالہ خدمات، ص ۴۱۵

۲۴۔ واصل عثمانی، مشولہ قومی زبان، اکتوبر ۱۹۸۲، ص ۳۰

۲۵۔ ڈاکٹر سعد اللہ کلیم، اردو غزل کی تہذیبی اور فکری بنیادیں، ص ۱۰۷۴

۲۶۔ ڈاکٹر حسین جعفری، احمد سلیم "پاکستان میں ادب اور معاشرہ، ص ۱٦۵

۲۷۔ ممتاز الحق۔ جدید غزل کا فنی سیاسی سماجی مطالعہ، ص ۱٦۵

۲۸۔ امداد امام اثر: "کاشف الحقائق، ص ۱۸۰

۲۹۔ رسالہ ساقی مضمون باتیں، جنوری ۱۹۴۳، ص ۷

۳۰۔ رسالہ ساقی، باتیں (فضلی کا مضمون)، جنوری ۱۹۳۳، ص ۷

۳۱۔ سہ ماہی اردو، فارسی غزل، ۱۹۳۷ئ، ص ۳٦۹

۳۲۔ نیادور شمارہ ۲۵ - ٦٦، (کیا خواجہ حافظ پیشہ ور مغنی تھے) ص ۲٦۳۔

۳۳۔ ڈاکٹر جاوید اقبال محولہ بالاا، ص ۱۳۱۔

۳۴۔ پروفیسر ہارون رشید، دو ہجرتوں کے اہل قلم، ص ۳٦

۳۵۔ ڈاکٹر اشفاق حسین قریشی برصغیر پاک وہند کی ملت اسلامیہ، ص ۳۳۱

۳٦۔ سید ابو الخیر کشفی اردو شاعری کا سیاسی اور تاریخی پس منظر ص ۲۳۵

۳۷۔ ڈاکٹر خورشید اسلام، غالب، ص ۱۴۵

۳۸۔ شمس الرحمن فاروقی شعر شور انگی، ص ۵۹

۳۹۔ اردو ڈائجسٹ ۱۴ جون ۱۹۷۱ء ص، ۱۲۸

۴۰۔ نور الحسن نقوی، اقبال فن اور فلسفہ ص ۲۳-۲۲

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۴۱۔ پروفیسر نعیم الدین ہاشمی، اقبال بحیثیت شاعر عنوان از مجنوں گورکھپوری، ص ۵۳

۴۲۔ کلیات اقبال، ۸۱

۴۳۔ واصل عثمانی مجلہ قومی زبان، اکتوبر ۱۹۸۳

۴۴۔ فضل احمد کریم فضلی: اپنی کہانی مشمولہ: ماہنامہ ساقی ۱۹۴۴ئ)، ص ۳۹

۴۵۔ ایضا

۴۶۔ رسالہ ساقی، ص ۴۰ ستمبر ۱۹۴۸ء

۴۷۔ ایضا

۴۸۔ نقوش خط فضلی کے جواب میں طفیل صاحب کی طرف سے نقوش محمد چفیل نمبر ۸۸۳

۴۹۔ کلیم الدین احمد اردو شاعری پر ایک نظر، ص ۳۳

۵۰۔ ڈاکٹر جاوید اقبال محولہ بالا، ص ۵۰

۵۱۔ غلام اسی رشدی، اردو غزل کا تاریخی ارتقائ، ص ۳۵۳

۵۲۔ نعمان محمد تاثیر مظہر صدیقی شعرستان۔ تذکرہ شعرا پاکستان بار اول ۲۸۳۰

۵۳۔ ڈاکٹر محمد اقبال خان اسدی محولہ بالا ص ۳۱۵

۵۴۔ ڈاکٹر جاوید اقبال محولہ بالا، ص ۳۲۱